Tarjihaat
Volume: 11
Issue: VII
July 2022
۲۰۲۲ جولائی
آن لائن ادبی رسالہ
ترجیحات
ISSN: 2583-0082

اداریہ

ادب کی تفہیم کے زاویے: نظریہ، نقاد اور قاری

الحمدللہ جولائی کا برقی شمارہ وقت کی پابندی کے ساتھ آپ کے کے مطالعے کے لیے حاضر ہے۔اس شمارے میں بھی نئ نسل کے لکھاریوں کے مضامین نوع بنوع عنوانات کے تحت موجود ہیں۔ان تمام مضامین کے مطالعے کے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اکیسویں صدی کے اس عہد میں جہاں سائنس اور ٹکنالوجی کا بول بالا ہے، جہاں انٹرنیٹ کی دنیا میں معلومات کا انبار ہے اور مجموعی طور پر اس عہد نے انسان کو مادیت کے حصار میں اس طرح گرفتار کر رکھا ہے کہ ہر چیز میں سود وزیان کا پیمانہ ہی ملحوظ خاطر رہتا ہے۔ایسے میں یہ سوال بھی اہم ہو جاتا ہے کہ "اس اکیسویں صدی" میں کیا ادب کی کوئی ضرورت۔ہے بھی یا نہیں؟؟؟اس سوال کو آج کے لکھاری، قاری، ناقد اور تخلیق کار نے اپنے ذوق ادب سے غلط ثابت کر دیا ہے۔

لیکن اس سوال سے پہلے یہ بھی غور کرنا ہے کہ اس عہد میں ادب کی تفہیم کی کیا کیا صورتیں ہیں کیونکہ آج دنیا کو سمجھنے ، سمجھانے کا نظریہ بدل گیا ہے،زندگی کو دیکھنے کے زاویے تبدیل ہو چکے ہیں تو لا محالہ ادب کی تفہیم کے زاویے اور نظریات میں بھی لازماً تبدلیاں آئی ہوں گی۔دراصل زبان وادب کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں دبے پاؤں تبدیلیاں آتی ہیں اور جب ہم پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے بہت کچھ بدل گیا۔ادب کی تفہیم میں کیا کیا نئے وزاویے اور نظریات شامل ہوئے ہیں اور آج کا قاری کس طرح ادب کو لیتا ہے؟

ادب کی تفسیر و تعبیر کے حوالے سے مشرقی اور مغربی نظریات دونوں نظریات موجود ہیں۔ یہ بہت قدیم بحث ہے ارسطو سے آج تک اس کی مختلف تعبیریں پیش کی جاتی رہی ہیں۔اور کی بھی جانی چاہیے کیونکہ ادب اور زبان کوئی منجمد شئ نہیں ہے۔انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

"ادب عربی زبان کا لفظ ہے اور مختلف النوع مفہوم کا حامل ہے۔ ظہور اسلام سے قبل عربی زبان میں ضیافت اور مہمانی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ بعد میں ایک اور مفہوم بھی شامل ہوا جسے ہم مجموعی لحاظ سے شائستگی کہہ سکتے ہیں۔ عربوں کے نزدیک مہان نوازی لازمہ شرافت سمجھی جاتی ہے، چنانچہ شائستگی، سلیقہ اور حسنِ سلوک بھی ادب کے معنوں میں داخل ہوئے۔ جو مہمان داری میں شائستہ ہوگا وہ عام زندگی میں بھی شائستہ ہوگا۔اس سے ادب کے لفظ میں شائستگی بھی آگئی۔اس میں خوش بیانی بھی شامل ہے۔اسلام سے قبل خوش بیانی کو اعلیٰ ادب کہا جاتا تھا۔ گھلاوٹ، گداز، نرمی اور شائستگی یہ سب چیزیں ادب کا جزو بن گئیں۔

بنوامیہ کے زمانے میں بصرے اور کوفے میں زبان کے سرمایۂ تحریر کو مزید فروغ حاصل ہوا۔اسی زمانے میں گرامر اور صرف

و نحو کی کتب اِرقام کی گئیں تا کہ ادب میں صحتِ اندازِ بیان قائم رہے۔ جدید دور میں ادب کے معنی مخصوص قرار دیے گئے۔ ادب کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تخیل اور جذبات ہوں ورنہ ہر تحریری کارنامہ ادب کہلا سکتا ہے۔"

مغربی نظریات کی بات کریں تو:

"ادب آرٹ کی ایک شاخ ہے جسے "فن لطیف" بھی کہہ سکتے ہیں۔ میتھو آرنلڈ کے نزدیک وہ تمام علم جو کتب کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، ادب کہلاتا ہے۔ کارڈینل نیومین کہتا ہے "انسانی افکار، خیالات اور احساسات کا اظہار زبان اور الفاظ کے ذریعے ادب کہلاتا ہے"۔ نارمن جودک کہتا ہے کہ "ادب مراد ہے اس تمام سرمایہ خیالات و احساسات سے جو تحریر میں آچکا ہے اور جسے اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔"

آج۔۔۔

ادب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تحریر کی اعلیٰ شکل جس میں احساسات و تجربات، مشاہدات، تفکرات اور تخیلات کو جمالیاتی انداز میں پیش کیا گیا ہو وہ ادب ہے۔ لیکن ادب صرف تحریری نہیں ہوتا۔ زبانی ادب، عوامی ادب اور فوک لٹریچر بھی ہے جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ زبان اور ادب کسی خاص خطے کی نمائندہ ہوتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ ادب اپنے مخصوص علاقے کی تہذیب و تمدن کا ہی عکاس ہوتا ہے۔ اس کلیے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ادب میں علاقے اور خطے کی تہذیب و تمدن کی پیشکش لازمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''شعر و ادب تفسیر زندگی بھی ہے اور تصویر زندگی بھی''

ادب کے متعلق دو نظریئے ہیں ایک ادب برائے ادب اور دوسرا ادب برائے زندگی ہے۔ اِن دونوں نظریات کے تحت ادب لکھا گیا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ لیکن عام طور پر اُسی ادب کو اہمیت حاصل ہے جو زندگی کی عکاس بھی ہو اور زندگی کے لیے مشعل راہ بھی ہو۔ قدر و قیمت اسی ادب کی ہے جو نہ صرف زندگی کی تصویر دیکھائے بلکہ زندگی کرنے کے راستے بھی دیکھائے۔ لیکن ادب محض زندگی اور تہذیب و تمدن کی عکاسی ہی نہ کرے بلکہ اس میں مسرت و بصیرت کی ایسی آمیزش ہو جو جمالیاتی حظ بخشتی ہو، جو تفریحِ ذہن و دل کے ساتھ بصیرت کا ادراک بھی کراتی ہو تو وہ ادب کے زمرے میں آسکتا ہے۔

ادب کی تفہیم کے زاویے اس طرح بدلتے وقت کے ساتھ تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ آج کا قاری، مصنف اور تخلیق کار اور ناقد کہاں ہے۔۔۔ عہد حاضر کی ان تحریروں سے بخوبی علم ہوتا ہے۔

۸/جولائی ۲۰۲۲

پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین

***